عائلی قوانین کے تناظر میں ارتداد کا تحقیقی مطالعہ

A research study of Apostasy in perspective of Family Laws

محمد زبیر[i] ڈاکٹر سہیل انور[ii]

Abstract

The Apostasy is a known issue that has been highlighted in detail in Islamic law's provisions. Committing the Apostasy is liable to death punishment and dissolution of marriage that is why it is condemnable and the followers have been warned to avoid this wrongdoing. Like the others Islamic ideas, the matter of apostasy has also been challenged by the thinkers of the modern era. Moreover, in contemporary legal framework, there find some points that go in against of the Islamic ideology. This study aims to explore the status of Apostasy and its legal impacts in Sharia by mentioning the thoughts of Muslim Jurists. In this connection, the analysis of Family Laws (dissolution of marriage on account of apostasy) has been mentioned with answers to the queries of the modern observers.

Key Words: *Apostasy, Islamic law, Contemporary, Orientalist, Jurists*

ارتداد اسلامی قانون کا ایک معروف عنوان ہے جو قرآن و سنت اور شریعت کے ذیلی ماٰخذ میں شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔اسلامی نقطہ نظر سے ارتداد ایک ایسا جرم ہے جو ایک طرف سزائے موت کا موجب ہے تو دوسری طرف ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہو کر اس کو تحلیل کر دیتا ہے۔اسی وجہ سے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اس جرم کے ارتکاب سے سختی سے روکا ہے۔دوسرے اسلامی قوانین کی طرح ارتداد کی سزا اور اس کے اثرات کو دور حاضر کے مستشرقین نے جرح ونقد کا موضوع بنا کر اس کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا ہے۔ان کے ہاں یہ انسانی ضمیر کی آزادی پر ایک غیر ضروری پابندی ہے۔اس کے علاوہ معاصر قانون میں ارتداد کے حوالے سے ذکر

---

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

[ii] لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

شدہ ضابطے کی بعض شقیں اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ نہیں۔ زیر نظر تحقیقی مضمون میں قرآن وسنت اور اہل اجتہاد کے اقوال کی روشنی میں ارتداد کے مسئلے کو واضح کر کے معاصر قانون کا تجزیہ کیا گیا ہے نیز معاصر شبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

ارتداد کا مفہوم

ارتداد یا ردۃ کسی چیز سے رجوع کرنے اور واپس ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

عرب کہتے ہیں:

ارتد فلان عن دینه اذا کفر بعد اسلامه۔" فلاں اپنے دین سے برگشتہ ہو گیا جب اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے۔[1]"

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ ارتداد عام ہے اور ردۃ خاص ہے:

والارتداد والردة الرّجوع في الطّريق الذي جاء منه لكن الرّدّة تختصّ بالكفر والارتداد يستعمل فيه وفي غيرها[2]

"ارتداد اور ردۃ اس راستے سے ہٹنا ہے جو اس کی طرف سے آیا ہے لیکن ردۃ کفر کے ساتھ خاص ہے اور ارتداد کفر کے علاوہ بھی استعمال ہوتا ہے۔"

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلى أَدْبارِهِمْ[3]

"بے شک وہ لوگ جو پیٹھ پیچھے پھر گئے۔"

فَلَمَّا أَنْ جاءَ الْبَشِيرُ أَلْقاهُ عَلى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيراً[4]

"پس جب قاصد (بشارت پہنچانے والا) آ گیا تو اس قمیص کو اس (سیدنا یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دیا جس سے اس کی نظر واپس لوٹ آئی۔"

فَارْتَدَّا عَلى آثارِهِما قَصَصاً[5]"پس یہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر واپس لوٹ آئے۔"

اصطلاحی تعریف

فقہاء نے ارتداد کی تعریف مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے۔

فقہ حنبلی

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

المرتد هو الراجع عن دين الاسلام إلى الكفر[6]

"مرتد دین اسلام سے کفر کی جانب پھر جانے والے کو کہتے ہیں۔"

فقہ حنفی

امام ابو بکر کاسانیؒ فرماتے ہیں:

فهو إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الإيمان إذ الردة عبارة عن الرجوع عن الايمان فالرجوع عن الايمان يسمى ردة فى عرف الشرع[7]

"ارتداد ایمان کے بعد کفر کا کلمہ زبان پر جاری ہونا ہے، ردت رجوع عن الایمان سے عبارت ہے اور ایمان سے پھر جانا شرع میں ردت کہلاتا ہے۔"

فقہ مالکی

اس مکتب فکر کے ہاں ارتداد کی تعریف اس طرح ہے:

الردة كفر المسلم بصريح أولفظ يقتضيه اوفعل يتضمنه[8]

"ارتداد مسلمان کا کفر کرنا ہے صریح لفظ کے ساتھ یا ایسے لفظ کے ساتھ جو ارتداد کو مقتضی ہو یا ایسے فعل سے جو اس کو متضمن ہو۔"

فقہ شافعی

شافعی مکتب فکر کے علماء ارتداد کا تعارف اس طرح کرتے ہیں:

فهي الرجوع عن الاسلام إلى الكفر[9]

"ردت اسلام سے کفر کی جانب رجوع کرنا ہے۔"

فقہ ظاہری

فقہ ظاہری کے امام علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

كل من صح عنه أنه كان مسلما متبرئا من كل دين حاش دين الإسلام ثم ثبت عنه أنه ارتد عن الإسلام ، وخرج إلى دين كتابي ، أو غير كتابي ، أو إلى غير دين[10]

"ہر وہ شخص جو راسخ العقیدہ مسلمان تھا دین اسلام کو چھوڑ گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے اور کسی کتابی یا غیر کتابی دین کی طرف گیا ہے (تو وہ مرتد ہے)۔"

ان تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ ارتداد وہ اختیاری فعل ہے جس میں ایک شخص اسلام کی ضروریات کا انکار کر بیٹھتا ہے خواہ یہ انکار استہزاءً ہو عناداً ہو یا اعتقاداً ہو۔

ارتداد کا ثبوت

دین مبین میں ارتداد کا مسئلہ بالکل واضح اور محکم دلائل سے ثابت ہے ذیل میں ان دلائل

کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے ارتداد اور اس کے متعلقہ مسائل و احکام منقح ہوتے ہیں۔

شرائع من قبلنا سے استشہاد

اسلام سے قبل کے جن شرائع کا تذکرہ اسلامی مآخذ میں ہوا ہے ان میں ارتداد بھی شامل ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا واقعہ نقل کیا ہے کہ جب انھوں نے سامری کی سازش میں آکر بچھڑے کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کے اندر اپنے غیظ و غضب اور ذلت و رسوائی سے دوچار کیا۔

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ[11]

"تحقیق جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی ہے انہیں عنقریب اپنے رب کی طرف سے غضب اور دنیوی زندگی کے اندر رسوائی پہنچ کر رہے گی۔اور اسی طرح ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو سزا دیتے ہیں۔"

دنیا کے اندر اس گناہ کے مرتکبین کو جو سزا ملی اس کا تذکرہ ذیل کی آیت کریمہ میں کیا گیا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ[12]

"اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم تحقیق تم نے بچھڑے کی پرستش کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے پس اپنے رب کے سامنے توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو۔"

کتاب اللہ سے استشہاد

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ[13]

"اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پلٹ گیا اور اسی کفر کی حالت میں مر گیا تو ایسے لوگوں کے اعمال خیر دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے اور یہی ہمیشہ کے لیے دوزخی ہیں۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[14]

"جس نے ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا کفر کیا بجز اس شخص کے جس پر اکراہ کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا لیکن وہ نہیں جس کا سینہ کفر کے لیے کھل گیا، ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

سنت نبوی سے استشہاد

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

من بدل دينه فاقتلوه[15]

"جس نے اپنا دین تبدیل کر دیا پس اس کو قتل کرو۔"

2. ایک اور حدیث نبوی ہے:

لاَ يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلاَّ بِإِحْدَى ثَلاَثٍ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِي وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ الْجَمَاعَةَ.[16]

"کسی مسلمان کی جان لینا بجز تین صورتوں کے جائز نہیں۔ شادی شدہ شخص جب زنا کرے۔ قتل عمد کے بدلے میں اور وہ شخص جو اپنے دین سے پھر جائے۔"

عہد خلافت سے استشہاد

ارتداد ایک ایسا جرم ہے کہ اسوہ نبوی پر عمل کرتے ہوئے عہد صحابہ میں بھی ارتداد کے مرتکبین کے خلاف تلوار بلند کیا گیا۔

وقاتل أبو بكر الصديق بعد رسول اللّه أهل الردة ووضع فيهم السيف حتى أسلموا [17].

"اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اہل ردت کے ساتھ قتال کیا یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آئے۔"

اجماع امت سے استشہاد

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

واجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد[18]

"اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔"

ارتداد کے شرائط صحت

مندرجہ ذیل شرائط کی موجودگی میں ارتداد کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

1. **عاقل ہونا**

فعل ارتداد عاقل شخص کی طرف سے درست ہے۔ مجنون اور دیوانے سے درست نہیں۔ کیوں کہ ایسے افراد احکام کے مخاطب نہیں۔

2. **بالغ ہونا**

جو شخص بالغ ہو اس پر ارتداد کا حکم لگے گا اگر وہ اس فعل کا مرتکب ہو جائے، چنانچہ بچے اور نابالغ ہو اس کی طرف سے اس کا وقوع درست نہ ہوگا۔ کیوں کہ اس میں شرائط اہلیت مفقود ہیں۔

3. **مسلمان ہونا**

ایک اہم شرط مسلمان ہونا بھی ہے۔ اسی شرط کے پیش نظر اس شخص کو مرتد کہا جائے گا جو پہلے سے اسلام میں داخل ہو اور بعد میں اس سے الگ ہو جائے۔

4. **طواعیت (رضامندی)**

اس سے مراد اپنے ارادے اور مرضی سے ارتداد اختیار کرنا ہے۔ اگر کسی اور کے جبر واکراہ سے کلمہ کفر کہہ دیا تو صرف زبانی الفاظ سے کفر وارتداد لازم نہیں ہوتا[19]۔

ارتداد کے اسباب

ارتداد کے تین اسباب ہیں۔

1. **اعتقادی اسباب**

ارتداد کے اسباب میں ایک سبب اعتقادی ہے جس میں کسی ایسے حکم سے انکار کرنا شامل ہے جو دین اسلام میں ماننا لازمی اور ضروری ہو۔ مثلاً

- ✓ اللہ تعالیٰ کے وجود یا صفات سے منکر ہو جانا یا پیغمبروں میں سے کسی ایک کی تکذیب یا انکار کرنا۔
- ✓ قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کی نفی کرنا یا اس کے بعض سورتوں یا حصوں کا انکار کر بیٹھنا۔
- ✓ یوم آخرت یعنی بعث بعد الموت، حساب کتاب، حشر اور جنت دوزخ کا انکار کرنا۔
- ✓ کسی منصوص علیہ حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال سمجھنے کا عقیدہ رکھنا مثلاً نکاح یا تجارت وغیرہ کی حرمت کا عقیدہ رکھنا اسی طرح شراب، زنا، سود وغیرہ کو حلال ماننا۔
- ✓ کسی مسلمان کو بغیر دلیل کے کافر کہنا یا کسی کافر کو مسلمان سمجھنا۔

✓ فرض عبادات نماز، روزہ، زکوۃ، حج میں کسی ایک کا انکار کرنا۔

2. فعلی اسباب

ارتداد کے بعض اسباب بندے کے فعل اور کسب سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تفصیل اس طرح ہے:

✓ کفار کے بعض افعال کو جائز سمجھ کر کرنا، مثلاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا اسی طرح سورج، چاند یا ستاروں کی عبادت کرنا۔

✓ قرآن مجید اور دیگر شعائر اسلامی کی فعلاً تحقیر و استخفاف کرنا۔

✓ اسلام کے فرائض کو انکار کے ساتھ چھوڑنا۔

3. قولی اسباب

اسلامی شعائر و احکام میں سے کسی ایک کو عمداً تضحیک کا نشانہ بنانا یا ان کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کرنا مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول علیہ السلام کا مذاق اڑانا یا ان کو برا بھلا۔ کلمہ نماز، روزہ، زکوٰۃ حج، کعبہ شریف کے ساتھ مذاق کرنا وغیرہ[20]۔

ارتداد سے متعلق احکام اور اس پر مرتب اثرات

1. اباحیۃ الدم

ارتداد کی وجہ سے مرتد شخص مباح الدم ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا اسلامی ریاست کے لیے جائز ہو جاتا ہے۔ احناف کے ہاں یہ حکم مرد کے لیے خاص ہے جب کہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ ردت کے جرم سے نفس کی عصمت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من بدل دينه فاقتلوه[21]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب قبائل عرب مرتد ہو گئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہو گئے کہ ان لوگوں سے قتال کیا جائے[22]۔

مرتد شخص کے لیے مہلت اور طلب توبہ

مرتد شخص کو حاکم کی طرف سے غور و فکر کا موقع دیا جائے گا اور اسے تین دن کی مہلت دی

جائے گی تاکہ وہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے اور اسلام کی جانب واپس آجائے۔ یہ مدت تامل ہے اگر اس کے کچھ شکوک وشبہات ہوں تو ان کا ازالہ کیا جائے گا۔

صاحب الہدایہ فرماتے ہیں:

وإذا ارتد المسلم عن الإسلام والعياذ بالله عرض عليه الإسلام فإن كانت له شبهة كشفت عنه لأنه عساه اعترته شبهة فتزاح وفيه دفع شره بأحسن الأمرين إلا أن العرض على ما قالوا غير واجب لأن الدعوة بلغته[23]

"اور جب کوئی مسلمان العیاذ باللہ اسلام سے پھر جائے تو اس کو اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر اس کا کوئی شبہ ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ کسی شبہ کا شکار ہو گیا ہے تو اس کا تدارک کیا جائے گا۔ اور اس طریقے میں شر کو اچھے طریقے سے دفع کرنا ہے البتہ یہ عرض کرنا واجب نہیں ہے کیوں کہ دعوت اس تک پہنچ چکی ہے۔"

علماء کرام اور اسلام کے دانشور حضرات اس کے سوالوں کے جواب دیں گے اور اسے توبہ کی طرف راغب کریں گے اگر وہ ارتداد سے توبہ کرے تو اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا البتہ اپنے انکار پر قائم رہنے کی صورت میں اس کے قتل کا حکم دیا جائے گا[24]۔

عورت کے لیے یہ حکم نہیں ہے اسے صرف قید میں ڈال کر توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہ رائے احناف کی ہے۔ ان کے ہاں اس حدیث کا حکم مردوں کے لیے خاص ہے عورت اور بچے کو قتل کرنا ممنوع ہے بدلیل اس حدیث کے کہ لَا تَقْتُلُوا امْرَأَةً وَلَا وَلِيدًا[25] "کہ عورت اور بچے کو قتل نہ کرو۔" دوسرے یہ کہ عورت مرد کے تابع سمجھی جاتی ہے بخلاف مرد کے۔

2. ضبط اموال

مرتد شخص کو اس کے اموال واملاک سے محروم کیا جائے گا اور یہ قتل کا تبعی سزا ہے اس کے جملہ اموال منقولہ وغیر منقولہ بیت المال کی ملکیت میں جائیں گے۔ اس کا اطلاق سارے مال پر ہو گا خواہ اس کو ردت اختیار کرنے سے قبل کمایا ہو یا بعد میں۔ جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کی رائے ہے۔ احناف اور ایک قول میں حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ مرتد کا وہ مال ضبط کیا جائے گا جو اس نے ردت کے بعد کمایا ہو اور ردت سے قبل کمایا گیا مال ورثاء کو حوالہ کیا جائے گا[26]۔

3. حبط اعمال

اس فعل کے اثرات میں سے ان نیکیوں کا ضائع ہونا شامل ہے جو مرتد شخص نے حالت اسلام میں کیے تھے۔حبط اعمال کا حکم اس آیت سے ثابت ہے جو اوپر ذکر ہوا ہے [27]۔ جس میں یہ تذکرہ ہے کہ جو کوئی ارتداد اختیار کرے گا تو اس کے اعمال غارت ہوں گے۔

یہ قضیہ مختلف فیہ ہے کہ مرتد کے ضائع ہوئے اعمال توبہ سے بحال ہوتے ہیں یا ان کا اعادہ ضروری ہے؟

امام شافعیؒ کا موقف یہ ہے کہ توبہ سے جس طرح ارتداد معاف ہوتا ہے اسی طرح حبط شدہ اعمال بھی واپس ہوگئے۔ان کا استدلال یہ ہے کہ یہاں آیت مبارکہ میں موت بالکفر کا ذکر ہے۔مطلب یہ کہ اگر مرتد شخص کی موت کفر کی حالت میں آگئی تو پھر اعمال لا محالہ حبط ہوں گے۔اس سے قبل اگر توبہ کیا تو پھر ضائع نہیں ہوں گے [28]۔

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مطلق ارتداد موجب حبط اعمال ہے۔ان کا استدلال قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ [29]

" جو کوئی ایمان کے ساتھ کفر کر جائے تو اس کے اعمال برباد ہوگئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ [30]

"اگر آپ نے شرک کیا تو لا محالہ آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔"

اس آیت کریمہ میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے حال آں کہ مخاطب ساری امت ہے [31]۔

اور جو قید فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ کا ذکر کیا گیا ہے وہ توبہ کے لیے ہے حبط اعمال کے لیے نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں موت تک توبہ کی گنجائش موجود ہے۔

تنسیخ نکاح

ارتداد کا ایک اثر نکاح پر مرتب ہو کر اسے فاسد بنا دیتا ہے۔زوجین میں سے جو بھی ارتداد اختیار کرے گا اس سے نکاح کالعدم ہوگی۔تاہم اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زوجہ مرتد ہوگئی تو یہ

تفریق طلاق سے موسوم نہ ہوگی بلکہ فسخ ہوگی یہ فقہاء کے ہاں متفق علیہ ہے۔ البتہ جب ارتداد شوہر کی طرف سے واقع ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ یہ تفریق طلاق ہے یا فسخ؟ یہاں یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ ارتداد کے ارتکاب سے نکاح کالعدم ہو جاتا ہے خواہ اس سے توبہ کیا ہو[32]۔

ارتداد کی سزا پر وارد شبہات کا جائزہ

اس سزا پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ انسانی ضمیر اور حریت فکر پر پابندی ہے جو عقلاً درست نہیں، اس لیے کہ ہر انسان کو رائے اور ضمیر کی آزادی کا حق حاصل ہے جس پر خارجی طور پر کسی قسم کا قدغن لگانے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ اقوام متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے دفعہ نمبر 18 کے تحت مذکور ہے:

> *Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom to change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance*[33].

"ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔"

ذیل کی سطور میں عالمی منشور کے اس دفعہ پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کے عالمی منشور میں جن انسانی حقوق کا تعین کیا گیا ہے وہ وحی اور آسمانی ہدایات سے ماوراء انسانی دانش اور اجتماعی سوچ کا شاخسانہ ہے کہ جن چیزوں کو ان کے اجتماعی دانش نے قبول کیا انہیں حق کا نام دے کر قانون کا حصہ بنا دیا بصورت دیگر رد کر دیا۔ چوں کہ ان دانشوروں نے معاشرتی نظام اور سیاسی معاملات میں مذہب کو دخل نہیں دیا جس کے نتیجے میں مذہب کے بہت سارے حقائق جو نظم اجتماعی سے متعلق تھے، پر زد پڑ گیا جن میں تبدیلی مذہب کا مسئلہ بھی شامل رہا۔

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی نظام زندگی کا پورا نقشہ موجود ہے۔ یہ اس دین کا طرہ امتیاز ہے کہ یہ اپنے ماننے والے فرزندوں کو اپنی آغوش میں ایسی جگہ دے دیتا ہے کہ پھر کسی صورت میں اس کو کسی اور طرف جانے

کا روادار نہیں رہتا۔ زمینی اور جغرافیائی سرحدوں کی طرح اس دین کی نظریاتی حد بندیاں بھی ہیں جن کی حفاظت کرنا اس کی بقا کا ذریعہ ہے۔ جس طرح ریاستی حدود کو پھلانگ کر غیروں کے ساتھ ملنے والا ایک سپاہی غدار مانا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ دشمن سے بڑھ کر سلوک کیا جاتا ہے اور ہاتھ آنے پر سوائے موت کے اس کی سزا نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے کہ اس باغی شخص کا وجود مملکت کی پالیسیوں اور نظم اجتماعی کو بہت نقصان پہنچا سکتا ہے۔ چنانچہ دوسروں کو عبرت دلانے کے لیے اس کو تہہ تیغ کیا جاتا ہے تاکہ آئندہ کوئی اس تجربے کو نہ دہرائے اور اجتماعی اور اس طرح قومی مفاد کا تحفظ یقینی ہو۔

پورے بدن کی حفاظت اگر ایک ناکارہ عضو کے کاٹنے پر موقوف ہو تو اس تھوڑے نقصان کو بڑے نقصان کی خاطر برداشت کیا جاتا ہے:

يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع ضرر العام[34]

"خاص ضرر کو عام ضرر دفعہ کرنے کی خاطر برداشت کیا جاتا ہے۔"

ملکی قانون سے بغاوت کرنے والوں کے لیے دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں سخت سے سخت قوانین موجود ہیں اور آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی ریاستی رٹ کو چیلنج کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جاتا ہے۔

اسلام اپنا ایک مضبوط نظریاتی اساس رکھتا ہے جس کی تعلیمات میں دین و دنیا کی بھلائی چھپی ہوئی ہے۔ یہ دین مثبت، متوازن اور فطرت کے مطابق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے نظام عبادات میں انسانی استعداد و صلاحیت کو ملحوظ رکھ کر انہیں قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عبادات کی بجا آوری سے مساوات، اخوت اور امداد باہمی کے اصولوں پر مبنی سماج پروان چڑھتا ہے۔ اس کا نظام اخلاقیات تمام محاسن کا نچوڑ ہے۔ اس میں انسان کے گھریلو زندگی سے لے کر علاقائی، ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر ایک مثبت کردار ادا کرنے کا لائحہ عمل موجود ہے۔ اس کا فلسفہ حیات انسانیت کی اخلاقی ،فکری اور عملی ارتقاء میں مثبت اور دوررس نشوونما کا آئینہ دار ہے۔ اس کی نظر میں ساری امت ایک وجود کی مانند ہے جن کا دکھ درد اور غم و خوشی ایک ہیں۔ اسلام اسی فکر کی نمائندگی کرتا ہے کہ انسان اپنی ذات سمیت گردو پیش کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید کیسے بن سکتا ہے؟ ان کے ہاں سارے بنی

نوع کی زندگی، ان کے اموال، ان کی عزت و ناموس اور ان کی رائے سب قابل احترام ہیں۔اور ایک انسان کا ناحق قتل ساری انسانیت کے قتل کے برابر ہے۔

اسلام کا نظام معاملات ایک روشن اور درخشندہ عنوان ہے جس میں انسان کی ساری معاشی سرگرمیوں کو منضبط کرکے اسے ان بے قاعدگیوں سے بچاتا ہے جن کے نتیجے میں معاشی ناہمواری اور مال وزر کی بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے۔اسی وجہ منصفانہ تقسیم دولت اور معاشی انصاف کے قیام کا درس دیتا ہے۔جب کہ ناجائز منافع خوری، مصنوعی اقتصادی بحران، ذخیرہ اندوزی، سود خوری، ملاوٹ اور کاروباری خیانت کا سختی سے منع کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس امت کے اعتدال و توسط کا ذکر فرمایا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ[35]

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔"

اسلام ایک مسلمان کی ساری سماجی اور نظریاتی سرگرمیوں کے لیے ایک محور کی حیثیت رکھتا ہے۔جس کو ایک دفعہ تسلیم کرنے پر گویا وہ یہ عہد کرتا ہے کہ اس دین کے جملہ قوانین اور حدود و قیود کی پابندی کرے گا اور اس سے پہلو تہی کرنے کی کبھی جسارت نہیں کرے گا۔

اسلامی نظام حیات میں ریاست دین کے تابع ہے اور ریاست کے تمام تر عناصر ترکیبی خداوندی قوانین کی روشنی میں تشکیل پاتے ہیں جن سے راہ فرار اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور بندگی کے رشتے سے انکار کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ناقابل برداشت جرم ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام جیسے کامل نظام حیات کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چل پھرنا اپنے آپ کو روشنی سے تاریکی میں ڈالنا ہے اور اپنے لیے تباہی کا فیصلہ کرنا ہے۔اور ایسے انسان کو اس گھناؤنے جرم کی سزا عقل و دانش کے خلاف نہیں ہے۔

عائلی قوانین میں ارتداد کا تذکرہ

پاکستان کے رائج الوقت قانون میں ارتداد کے حوالے سے جو ضابطہ مذکور ہے اس کا تذکرہ ذیل کے الفاظ میں ملتا ہے:

The renunciation of Islam by a married Muslim woman or her conversion to a faith other than Islam shall not by itself operate to dissolve her marriage[36].

"کسی مسلمان شادی شدہ عورت کا اسلام سے انکار کرنا یا اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کرنا خود بخود نکاح کو فسخ کرنے کا سبب نہیں ہو سکتا۔"

البتہ اگر مذکورہ عورت عدالت کی طرف رجوع کرے اور اپنی آپ کو نکاح سے چھڑانا چاہے تو ایسا کر سکتی ہے۔ جیسا کہ اس دفعہ سے واضح ہوتا ہے:

After such renunciation or conversion, the woman shall be entitled to obtain a decree for the dissolution of her marriage on any grounds mentioned in section 2[37]*:*

"اس طرح کے انکار یا تبدیلی مذہب کے بعد عورت اس کی اہل ہو گی کہ وہ سیکشن 2 میں مذکور کسی بھی سبب کی بنیاد پر اپنے نکاح کے فسخ ہونے کا پروانہ حاصل کرے۔"

مزید اس قانون میں مذکور ہے کہ اس دفعہ کا اطلاق اس عورت پر بھی نہیں ہو گا جو اپنے سابقہ مذہب کی طرف عود کر جائے۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

The provision of this section shall not apply to a woman converted to Islam from some other faith who re-embraces her former faith[38]*.*

"یہ قانون اس عورت پر لاگو نہیں ہو گا جو کسی اور مذہب سے اسلام میں آچکی ہو اور اس کے بعد وہ دوبارہ اپنا سابقہ مذہب دوبارہ اختیار کرے۔"

قانون کی وضاحت

1939ء کے عائلی قوانین فسخ زواج سے قبل ارتداد خواہ زوج کی جانب سے ہوتا یا زوجہ، باعث تنسیخ نکاح تھا۔ اس کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

Before the dissolution of Muslim Marriage Act, 1939, apostasy from Islam of either party to a marriage operated as a complete and immediate dissolution of the marriage[39]*.*

"قانون انفساخ ازدواج 1939ء سے پہلے زوجین میں کسی کا اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرنا نکاح کو مکمل اور فوری طور پر فسخ کر دیتا تھا۔"

عورت کے ارتداد کا استثناء

تاہم سیکشن ۴ کے تحت اس میں یہ استثناء کیا گیا کہ عورت کا ارتداد عقد نکاح پر اثر انداز نہیں

ہو گا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ چنانچہ جہاں تک مرد کے مرتد ہو جانے کا تعلق ہے اس سے نکاح فسخ ہو گا۔

Section 4 only applies to the case of apostasy from Islam of married Muslim woman, and apostasy of the Muslim husband would still operate as a complete and immediate dissolution[40].

"سیکشن 4 کا تعلق صرف مسلمان عورت کے ساتھ ہے اور مرد کا ارتداد بہر صورت مکمل اور فوری فسخ نکاح کا پیش خیمہ ہو گا۔"

عورت کا سابقہ مذہب اختیار کرنا

اگر مسلمان عورت اپنے سابقہ مذہب کی طرف لوٹ کر جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1. عورت کسی غیر کتابی مذہب کی پیروکار تھی اور مسلمان ہو گئی تھی تو ایسی عورت جب دوبارہ اپنے مذہب کو اختیار کرے گی تو اسی صورت میں نکاح فسخ ہو گی۔

The provisions of section 4, however do not apply to a woman converted to Islam from some other faith, who re-embraces her former faith.In such a case, the law as it stood before the Dissolution Of Muslim Marriage Act, 1939, will apply,and the conversion will operate as adissolution of the marriage[41].

"سیکشن 4 میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ قانون مذکورہ کا اطلاق اس عورت پر نہیں ہو گا جو کسی اور مذہب سے اسلام میں آئی ہو اور دوبارہ اس مذہب کو اپنائے۔ایسی صورت میں قانون انفساخ ازدواج 1939ء پر عمل ہو گا اور نکاح فسخ کیا جائے گا۔"

2. عورت کسی کتابی مذہب کی پیرو تھی تو اس کا اپنے مذہب کی طرف لوٹنا فسخ کا سبب نہ ہو گا۔ جیسا کہ اس قانون کے ابتدائیے سے مفہوم ہوتا ہے۔

قانون پر تبصرہ

اس قانون پر مندرجہ ذیل تحفظات پائے جاتے ہیں:

"مسلم کتابی عورت کے ارتداد کو نکاح کے انفساخ کا سبب نہیں بتایا گیا ہے جو شریعت کے مسلمہ اصولوں سے متصادم نظر آتا ہے۔ کسی کتابی عورت سے مسلمان مرد کا نکاح کرنا اور کسی مسلمان کتابی عورت کا اسلام چھوڑنا دونوں الگ الگ چیزیں ہے۔ مسلم کتابی عورت کا سابقہ مذہب کو لوٹنا یا کسی اور مذہب کو اختیار کرنا

ارتداد کی تعریف میں آئے گا۔ چنانچہ یہ استثناء کہ کتابی عورت کی اپنے دین کی طرف واپسی نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتا، درست نہیں۔"

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات میں بھی اسی استثناء کو حذف کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے[42]۔

نتائج

زیر نظر مضمون سے مستفاد ہوتا ہے کہ ارتداد ایک قانونی جرم ہے جس کے انسانی عقائد، معاملات اور عائلی نظام پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ارتداد ایک متفق علیہ قضیہ ہے جو دین کے تمام اساسی اور ثانوی مصادر سے ثابت ہے۔ یہ نہ صرف عہد نبوی سے محدود ہے اور نہ اس کی ممانعت انسانی ضمیر و فکر پر بے جا پابندی ہے۔ ایک مکمل نظام حیات ہونے کے ناطے اسلام میں ارتداد کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ معاصر عائلی قوانین میں ارتداد کا تذکرہ موجود ہے جو اسلامی ضابطے کی نمائندگی کرتا ہے تاہم عورت کے ارتداد کے حوالے سے بعض صورتیں ایسی موجود ہیں جس کی درستگی کی سفارش کی گئی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 الافریقی، أبوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب ۳: ۱۷۲، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

2 الاصفہانی، أبوالقاسم الحسین بن محمد، المفردات ۱: ۳۴۹، دار القلم، الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ

3 سورۃ محمد ۴۷: ۲۵

4 سورۃ یوسف ۱۲: ۹۶

5 سورۃ کہف ۱۸ : ۶۴

6 ابن قدامہ، أبو محمد موفق الدین، المغنی ۱۰: ۷۲، مکتبہ القاہرہ، بدون طبع، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء

7 الکاسانی، أبو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع ۷: ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

8 الدسوقی، محمد بن أحمد، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۸: ۲۸۴، دار الفکر (س۔ن)

9 الماوردی، أبوالحسین علی بن محمد، الحاوی الکبیر ۱۳: ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء

10 المحلی ۹: ۱۸۸

11 سورۃ الاعراف ۷: ۱۵۲

12 سورۃ البقرۃ ۲: ۵۴

13 نفس مصدر ۲: ۲۱۷

14 سورۃ النحل ۱۶:۱۰۶

15 البخاری، أبوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ،کتاب الجہاد والسیر(۵۹) باب لا یعذب بعذاب اللہ (۱۴۹)حدیث(۳۰۱۷)،دار طوق النجاۃ،۱۴۲۲ھ

16 نفس مصدر،کتاب الدیات(۹۱)باب قول اللہ تعالی ان النفس بالنفس(۵)حدیث:۶۸۷۸

17 الحاوی الکبیر ۱۳: ۳۲۲

18 المغنی ۱۰ :۷۲

19 المغنی ۱۰ :۷۲

20 اسلامی قانون ارتداد(ملخصاً)، جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن:۳۳ - ۳۹،مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور سن ندارد

21 صحیح بخاری کتاب الجہاد(۵۹)باب لا یعذب بعذاب اللہ(۱۴۹)حدیث:۳۰۱۷

22 بدائع الصنائع ۷: ۴۲۱

23 الہدایہ ۲: ۱۶۴

24 بدائع الصنائع ۷: ۴۲۱

25 البیہقی، أحمد بن حسین، سنن الکبری ۹ :۹۰حدیث(۱۸۶۱۴)دار الکتب العلمیہ،بیروت، لبنان،۱۴۱۴ھ

26 الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴: ۱۰۸

27 سورۃ البقرۃ ۲: ۵۴

28 ابن العربی، محمد بن عبداللہ ،احکام القرآن لابن العربی ۱: ۲۹۲،دار الکتب العلمیہ،بیروت، لبنان،۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء

29 سورۃ المائدہ ۵: ۴

30 سورۃ الزمر ۳۹: ۶۵

31 احکام القرآن لابن العربی ۱: ۲۹۲

32 الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴: ۱۰۶

33 *UN,Universal dicliration of human rights of 1948,Section18 http://www.jus.com*

34 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم،الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱: ۸۷،دار الکتب العلمیہ،بیروت، لبنان،۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء

35 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۴۳

36 *Principles of Muammadan Law ,Sir Danish FardunjiMulla pp.472 Mansoor Book House Lahore 2005*
37Ibid p.472
38Principles of Muammadan Law p.472
39Ibid p.472
40Ibid p.402
41Muhammadan Law p.403Principles of
42اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات دسویں رپورٹ: ۵۴